واقعہ کربلاء ، کوفہ اور کتب تاریخ

Collected an compiled by M.A. Hussaini

سلیمان بن صرد الخزاعی اور چند دیگر مباحث

[سليمان بن صرد بن الجون بن أبي الجون وهو عبد العزى بن منقذ بن ربيعة بن أصرم بن ضبيس بن حرام بن حبشية بن كعب بن عمرو ويكنى أبا مطرف أسلم وصحب النبي صلى الله عليه وسلم وكان اسمه يسار فلما أسلم سماه رسول الله صلى الله عليه وسلم سليمان وكانت له سن عالية وشرف في قومه فلما قبض النبي صلى الله عليه وسلم تحول فنزل الكوفة حين نزلها المسلمون وشهد مع علي بن أبي طالب عليه السلام الجمل وصفين كان فيمن كتب إلى الحسين بن علي أن يقدم الكوفة فلما قدمها أمسك عنه ولم يقاتل معه كان كثير الشك والوقوف فلما قتل الحسين ندم هو والمسيب بن نجية الفزاري وجميع من خذل الحسين ولم يقاتل معه فقالوا ما المخرج والتوبة مما صنعنا فخرجوا فعسكروا بالنخيلة لمستهل شهر ربيع الاخر سنة خمس وستين وولوا أمرهم سليمان بن صرد وقالوا نخرج إلى الشام فنطلب بدم الحسين فسموا التوابين وكانوا أربعة آلاف فخرجوا فأتوا عين الوردة وهي ناحية قرقيسياءفلقيهم جمع من أهل الشام وهم عشرون ألفا عليهم الحصين بن نمير فقاتلوهم فترجل سليمان بن صرد فقاتل فرماه يزيد بن الحصين بن نمير بسهم فقتله فسقط وقال فزت ورب الكعبة وقتل عامة أصحابه

ورجع من بقي منهم إلى الكوفة وحمل رأس سليمان بن صرد والمسيب بن نجبة إلى مروان بن الحكم أدهم بن محرز الباهلي وكان سليمان بن صرد يوم قتل بن ثلاث وتسعين سنة]

الطبقات الكبرى - محمد بن سعد - ج ٤ - الصفحة ٢٩٣

http://shiaonlinelibrary.com/%D8%A7%D9%84%D9%83%D8%AA%D8%A8/3047_%D8%A7%D9%84%D8%B7%D8%A8%D9%82%D8%A7%D8%AA-%D8%A7%D9%84%D9%83%D8%A8%D8%B1%D9%89-%D9%85%D8%AD%D9%85%D8%AF-%D8%A8%D9%86-%D8%B3%D8%B9%D8%AF-%D8%AC-%D9%A4/%D8%A7%D9%84%D8%B5%D9%81%D8%AD%D8%A9_291#top

سلیمان بن صرد خزاعی

سلیمان بن صرد بن الجون بن ابی الجون، جو عبد العزی بن منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن ضبیس بن حرام بن حبشیہ بن کعب بن عمرو ہیں، ان کی کنیت ابو مطرف تھی۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور نبی کریم ﷺ کے صحابی بنے۔ ان کا نام یسار تھا، لیکن جب وہ مسلمان ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام سلیمان رکھا۔ وہ اپنے قبیلے میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔

جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو وہ کوفہ منتقل ہو گئے جب وہاں مسلمان آ کر بسنے لگے۔ وہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ جنگ جمل اور صفین میں شریک ہوئے۔ انہوں نے امام حسین بن علی علیہ السلام کو کوفہ آنے کے لیے خط لکھا تھا، لیکن جب امام حسین وہاں پہنچے تو انہوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا اور ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ وہ اکثر شک و شبہات میں رہتے تھے۔

جب امام حسین کو شہید کر دیا گیا، تو سلیمان بن صرد، مسیب بن نجیہ الفزاری اور دیگر تمام افراد جو امام حسین کا ساتھ نہ دے سکے، بہت نادم ہوئے اور سوچا کہ اس عمل سے بچنے اور توبہ کرنے کا راستہ کیا ہے؟ چنانچہ وہ نکلے اور ماہ ربیع الثانی سن 65 ہجری کے آغاز میں النخیلہ میں پڑاؤ ڈالا۔ انہوں نے سلیمان بن صرد کو اپنا قائد منتخب کیا اور کہا کہ ہم شام جائیں گے اور امام حسین کے خون کا بدلہ لیں گے۔ انہیں "توابین" کہا گیا اور وہ چار ہزار افراد پر مشتمل تھے۔

یہ قافلہ عین الوردۃ پہنچا جو کہ قرقیسیا کے قریب تھا۔ وہاں ان کا سامنا شام کے لوگوں کے ایک بیس ہزار کے لشکر سے ہوا، جس کی قیادت حصین بن نمیر کر رہا تھا۔ انہوں نے جنگ کی اور سلیمان بن صرد پیادہ ہو کر لڑے۔ یزید بن حصین بن نمیر نے ان پر تیر چلایا اور انہیں شہید کر دیا۔ سلیمان بن صرد گر پڑے اور کہا: "رب کعبہ کی قسم، میں کامیاب ہو گیا!" ان کے زیادہ تر ساتھی شہید ہو گئے اور جو باقی بچے وہ کوفہ واپس لوٹ گئے۔ سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجیہ کا سر کاٹ کر مروان بن حکم کے پاس ادہم بن محرز باہلی لے گیا۔ سلیمان بن صرد کی شہادت کے وقت ان کی عمر ترانوے سال تھی۔

عربی متن سے اردو ترجمہ کیا گیا

سليمان بن صرد

الأمير أبو مطرف الخزاعي الكوفي الصحابي .

له رواية يسيرة . وعن أبي ، وجبير بن مطعم.

[ص: 395] . وعنه يحيى بن يعمر ، وعدي بن ثابت ، وأبو إسحاق ، وآخرون

كان ممن كاتب الحسين ليبايعه ، فلما عجز عن نصره ندم ، وحارب :قال ابن عبد البر .

قلت : كان دينا عابدا ، خرج في جيش تابوا إلى الله من خذلانهم الحسين الشهيد ، وساروا للطلب بدمه ، وسموا جيش التوابين .

وكان هو الذي بارز يوم صفين حوشبا ذا ظليم ، فقتله .

والتقى الجمعان ، حض سليمان على الجهاد ؛ وسار في ألوف لحرب عبيد الله بن زياد ، وقال : إن قتلت فأميركم المسيب بن نجبة. وكان عبيد الله في جيش عظيم ، فالتحم القتال ثلاثة أيام ، وقتل خلق من الفريقين . واستحر القتل بالتوابين شيعة الحسين ، وقتل أمراؤهم الأربعة ؛ سليمان ، والمسيب ، وعبد الله بن سعد ، وعبد الله بن والي ، وذلك بعين الوردة التي تدعى رأس العين سنة خمس وستين وتحيز بمن بقي منهم رفاعة بن شداد إلى الكوفة.

سلیمان بن صرد (رضی اللہ عنہ)

امیر ابو مطرف خزاعی کوفی، صحابی رسول ﷺ تھے۔

آپ سے چند روایات مروی ہیں اور آپ نے حضرت ابو، اور جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہما) سے احادیث روایت کیں۔

آپ سے یحییٰ بن یعمر، عدی بن ثابت، ابو اسحاق اور دیگر کئی افراد نے روایتیں بیان کیں۔

ابن عبدالبر نے فرمایا: سلیمان ان افراد میں سے تھے جنہوں نے امام حسین (علیہ السلام) کو خط لکھ کر ان کی بیعت کا وعدہ کیا تھا، لیکن جب ان کے نصرت سے قاصر رہے تو نادم ہوئے اور جنگ میں شامل ہو گئے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ وہ دیندار اور عبادت گزار شخص تھے۔ وہ اس فوج میں شامل ہوئے جو اللہ سے توبہ کرتے ہوئے نکلی، کیونکہ وہ امام حسین (علیہ السلام) کی مدد نہ کر سکے تھے۔ یہ فوج امام حسین کے خون کا بدلہ لینے کے لیے نکلی اور اسے "فوجِ توابین" کہا گیا۔

سلیمان وہ شخص تھے جنہوں نے جنگ صفین کے دن حوشب ذو ظلیم کے ساتھ مقابلہ کیا اور اسے قتل کیا۔

سلیمان نے جہاد پر زور دیا اور عبیداللہ بن زیاد کے خلاف جنگ کے لیے ہزاروں کی تعداد میں لشکر لے کر نکلے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو تمہارا امیر مسیب بن نجیہ ہوگا۔

دونوں افواج کا آمنا سامنا ہوا، عبیداللہ ایک عظیم لشکر کے ساتھ تھا۔ تین دن تک شدید جنگ ہوئی اور دونوں جانب کے بہت سے افراد قتل ہوئے۔ توابین کے گروہ، جو امام حسین (علیہ السلام) کے پیروکار تھے، میں بڑی تعداد میں قتل عام ہوا اور ان کے چار امراء - سلیمان، مسیب، عبد اللہ بن سعد، اور عبد اللہ بن والی - بھی شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ سن 65 ہجری میں عین الوردة کے مقام پر پیش آیا، جو رأس العین کہلاتا ہے۔ جو بچ گئے تھے، انہیں رفاعہ بن شداد کوفہ واپس لے آئے۔

سير أعلام النبلاء - الذهبي - شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهب

جزء 3، صفه 395

https://www.islamweb.net/ar/library/content/60/357/%D8%B3%D9%84%D9%8A%D9%85%D8%A7%D9%86-%D8%A8%D9%86-%D8%B5%D8%B1%D8%AF

فيما ذهب الشيخ محمد حسين المظفر إلى القول: بأن بعض وجوه الشيعة كسليمان بن صرد الخزاعي والمختار و ... كانوا معتقلين في سجن عبيد الله بن زياد. وعليه تبقى قضية تخلف سليمان بن صرد عن واقعة عاشوراء من الأمور التي لا يمكن البت بها.

المظفر، تاريخ الشيعة، ص 34

شیخ محمد حسین المظفر نے اس رائے کا اظہار کیا کہ بعض شیعہ شخصیات جیسے سلیمان بن صرد خزاعی، مختار اور دیگر افراد عبیداللہ بن زیاد کی قید میں تھے۔ اسی بنا پر سلیمان بن صرد کا واقعہ عاشوراء سے پیچھے رہ جانا ایک ایسا معاملہ ہے جس پر قطعی رائے نہیں دی جا سکتی۔

https://ar.wikishia.net/view/%D8%B3%D9%84%D9%8A%D9%85%D8%A7%D9%86_%D8%A8%D9%86_%D8%B5%D8%B1%D8%AF_%D8%A7%D9%84%D8%AE%D8%B2%D8%A7%D8%B9%D9%8A

سليمان بن صرد بن الجون بن أبي الجون عبد العزى بن منقذ، السلولي الخزاعي، أبو مطرّف: صحابي، من الزعماء القادة. شهد الجمل وصفين مع علي، وسكن الكوفة. ثم كان ممن كاتب الحسين وتخلف عنه. وخرج بعد ذلك مطالبا بدمه، فترأس (التوابين) وكانوا يطلبون قتل عبيد الله بن زياد، وأن يخرج من في العراق من اصحاب ابن الزبير، ويردوا الأمر لأهل البيت. وكانت عدتهم نحو خمسة آلاف. وعرفوا

بالتوابين لقعودهم عن نصرة الحسين حين دعاهم، وقيامهم بطلب ثأره بعد مقتله. ونشبت معارك بين سليمان وعبد الله بن زياد، فقتل سليمان بعين الوردة، قتله يزيد بن لحصين. له 15 حديثا .

مشاهير علماء الأمصار وأعلام فقهاء الأقطار - محمد بن حبان، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى: 354هـ).

سلیمان بن صرد بن الجون بن ابی الجون عبد العزی بن منقذ السلولی الخزاعی، کنیت ابو مطرف، صحابی رسول ﷺ اور ایک نامور رہنما تھے۔ آپ نے جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی (علیہ السلام) کے ساتھ شرکت کی اور بعد ازاں کوفہ میں مقیم ہو گئے۔ آپ ان افراد میں شامل تھے جنہوں نے امام حسین (علیہ السلام) کو خط لکھا، لیکن بعد میں ان کا ساتھ نہ دے سکے۔

امام حسین کی شہادت کے بعد، آپ ان کے خون کا بدلہ لینے نکلے اور "توابین" کے رہنما بن گئے۔ توابین کا مقصد عبیداللہ بن زیاد کو قتل کرنا، عراق سے ابن زبیر کے حامیوں کو نکالنا اور خلافت کو اہل بیت تک واپس پہنچانا تھا۔ ان کی تعداد تقریباً پانچ ہزار تھی۔ انہیں "توابین" اس لیے کہا گیا کیونکہ انہوں نے امام حسین (علیہ السلام) کی مدد نہ کی تھی جب انہوں نے انہیں پکارا تھا، اور بعد ازاں ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کھڑے ہوئے۔

سلیمان اور عبیداللہ بن زیاد کے درمیان معرکے ہوئے اور سلیمان کو عین الوردۃ کے مقام پر یزید بن لحصین نے قتل کیا۔ آپ سے 15 احادیث مروی ہیں۔

سليمان بن صرد بن الجون بن أبي الجون بن منقذ بن ربيعة بن أصرم الخزاعي، من ولد كعب بن عمرو بن ربيعة... يكنى أبا مطرف، كان خيّرا فاضلا، له دين وعبادة، كان اسمه في الجاهلية يسارا فسمّاه رسول الله صلّى الله عليه وسلم سليمان، سكن الكوفة، وابتنى بها دارا في خزاعة، وكان نزوله بها في أول ما نزلها المسلمون، وكان له سنّ عالية، وشرف وقدر، وكلمة في قومه، شهد مع عليّ صفّين

الأستيعاب، جلد 2، ص 650

سلیمان بن صرد بن الجون بن ابی الجون بن منقذ بن ربیعہ بن اصرم الخزاعی، جو کعب بن عمرو بن ربیعہ کی نسل سے تھے، کنیت ابو مطرف تھی۔ آپ نیک اور فاضل انسان تھے، دین دار اور عبادت گزار تھے۔ آپ کا نام جاہلیت کے زمانے میں یسار تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام سلیمان رکھا۔ آپ کوفہ میں مقیم ہوئے اور وہاں قبیلہ خزاعہ میں اپنا گھر تعمیر کیا۔ آپ کوفہ میں ان اولین مسلمانوں میں سے تھے جو وہاں آباد ہوئے۔ آپ کو اپنے قبیلے میں اعلیٰ مقام، عزت، مرتبہ اور اختیار حاصل تھا۔ آپ نے حضرت علی (علیہ السلام) کے ساتھ جنگ صفین میں شرکت کی۔

وقد روى عن النبي (ص) وعن علي وأبي الحسن وجبير بن مطعم روى عنه أبو إسحاق السبيعي ويحيى بن يعمر وعبد الله بن يسار وأبو الضحى وكان خيرا فاضلا شهد صفين مع علي وقتل حوشبا مبارزة ... وكان لسليمان يوم قتل ثلاث وتسعون سنة وكان الذي قتل سليمان يزيد بن الحصين بن نمير رماه بسهم فمات وحمل رأسه ورأس المسيب إلى مروان

الإصابة في تمييز الصحابة - أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني

جلد 3، صفحہ 144-145

سلیمان بن صرد نے نبی کریم ﷺ، حضرت علی (علیہ السلام)، حضرت ابو الحسن اور جبیر بن مطعم سے روایات نقل کیں۔ آپ سے ابو اسحاق السبَیعی، یحییٰ بن یعمر، عبد اللہ بن یسار اور ابو الضحی نے روایتیں بیان کیں۔ آپ نیک اور فاضل شخصیت کے حامل تھے اور حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے، جہاں آپ نے حوشب کو مبارزت میں قتل کیا۔

جب سلیمان شہید ہوئے تو آپ کی عمر ترانوے سال تھی۔ آپ کو یزید بن الحصین بن نمیر نے ایک تیر مارا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ بعد ازاں آپ کا سر اور مسیب بن نجیہ کا سر کاٹ کر مروان بن حکم کے پاس بھیجا گیا۔

سليمان بن صرد (بضم المهملة وفتح الراء) بن الجون الخزاعي أبو مطرف الكوفي صحابي قتل بعين الوردة سنة خمس وستين

تقريب التہذيب ، جلد 1، ص 387

سلیمان بن صرد (’ص‘ پر ضمہ اور ’ر‘ پر زبر کے ساتھ) بن الجون الخزاعی، کنیت ابو مطرف کوفی، ایک صحابی رسول ﷺ تھے۔ انہیں سنہ 65 ہجری میں عین الوردة کے مقام پر شہید کیا گیا۔

وعده الشيخ الطوسي (ت 460هـ) من أصحاب النبي (صلى الله عليه وآله)

رجال الطوسي - الشيخ الطوسي

(35: سليمان بن صرد), (59: سليمان بن صرد الخزاعي), (85: سليمان بن صرد الخزاعي),

شیعہ عالم شیخ طوسی نے انہیں صحابی رسول میں شمار کیا- بطور صحابی ان کا رجال طوسی میں کئی جگہ پر کیا ہے-

http://shiaonlinelibrary.com/%D8%A7%D9%84%D9%83%D8%AA%D8%A8/2935_%D8%B1%D8%AC%D8%A7%D9%84-%D8%A7%D9%84%D8%B7%D9%88%D8%B3%D9%8A-%D8%A7%D9%84%D8%B4%D9%8A%D8%AE-

%D8%A7%D9%84%D8%B7%D9%88%D8%B3%D9%8A/%D8%A7%D9%84%D8%B5%D9%81%D8%AD%D8%A9_35#top

شیعی عالم علامہ حلّی نے اپنی کتاب

تذكرة الفقهاء (ط.ج) - العلامة الحلي - ج ٣ - الصفحة ٥١

میں ایک فقہی مسئلے کے تناظر میں سلمان بن صرد الخزاعی کا یوں زکر کیا:

وحكي عن سليمان بن صرد أنه كان يأمر بحاجته في أذانه وكان له صحبة

سلیمان بن صرد کے بارے میں روایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنی ضرورت کا ذکر اذان میں کیا کرتے تھے، اور آپ کو صحابیت کا شرف حاصل تھا۔

فتح الباري ٢: ٧٧، المغني ١: ٤٧١، الشرح الكبير ١: ٤٤٠ (٤.

لا ينبغي الاشكال في جلالة سليمان بن صرد، وعظمته، لشهادة الفضل بن شاذان بذلك، وأما تخلفه عن أمير المؤمنين (عليه السلام) في وقعة الجمل، فهو ثابت، ولعل ذلك كان لعذر أو بأمر من أمير المؤمنين (عليه السلام)، فإن ما روي عن كتاب صفين لنصر بن مزاحم، عن أبي عبد الله سيف بن عمر، عن إسماعيل بن أبي عمرة، عن عبد الرحمن بن عبيد بن أبي الكنود، من عتاب أمير المؤمنين (عليه السلام)، وعذله سليمان بن صرد في قعوده عن نصرته بعد رجوعه (عليه السلام) من حرب الجمل، لا يمكن تصديقه لأنّ عدة من رواته لم تثبت وثاقتهم، على أنه لم يثبت كون هذا الكتاب عن نصر بن مزاحم، بطريق معتبر، فلعل القصة مكذوبة عليه كما احتمله الشيخ - قدس سره –

معجم رجال الحديث - السيد الخوئي – (ج 9، ص 283 – 284)

سلیمان بن صرد کی جلالت اور عظمت میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ فضل بن شاذان نے بھی اس کی گواہی دی ہے۔ جہاں تک ان کا جنگ جمل میں امیر المؤمنین (علیہ السلام) کا ساتھ نہ دینا ثابت ہے، تو ممکن ہے کہ یہ کسی معذرت کی بنا پر ہو یا پھر خود امیر المؤمنین (علیہ السلام) کے حکم سے۔ کیونکہ جو روایت "کتاب صفین" میں نصر بن مزاحم کی جانب منسوب ہے، جس میں ابو عبداللہ سیف بن عمر، اسماعیل بن ابی عمرة، اور عبد الرحمن بن عبید بن ابی کنود کے ذریعے ذکر کیا گیا کہ امیر المؤمنین (علیہ السلام) نے جنگ جمل سے واپسی پر سلیمان بن صرد کو ان کی مدد نہ کرنے پر عتاب کیا، یہ روایت قابل اعتماد نہیں ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے کئی راویوں کی وثاقت ثابت نہیں ہے، اور ساتھ ہی اس بات کا کوئی معتبر ثبوت نہیں ہے کہ یہ کتاب حقیقتاً نصر بن مزاحم کی ہے۔ لہذا، ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ جھوٹ پر مبنی ہو، جیسا کہ شیخ (قدس سرہ) نے اس امکان کا اظہار کیا ہے۔

سلسلة كتاب العميد

درج ذیل اقتباسات " الثابت الحسيني في عالم متغير " کتاب سے لیے گئے ہیں جوعتبة العبَّاسية المقدَّسة لدراسات. مركز العميد الدولي للبحوث والدراسات کربلا عراق سے شایع ہوئی

قال السيد ابن طاووس (ت 664 هـ) نقلا عن كتاب أبي مخنف : (قال أبو مخنف (ره) ... وفى ذلك الوقت كانت ولاية المصرين البصرة والكوفة بيد عبيد الله بن زياد الملعون الفاجر، وكان يزيد الملعون أوصاه أن يقيم بالبصرة ستة أشهر وبالكوفة ستة أشهر. فلما هلك (لع) كان ابن زياد الملعون بالبصرة وكان في حبسه أربعة آلاف وخمسمائة رجل من التوابين من شيعة أمير المؤمنين عليه السلام وأبطاله ،

وجاهدوا معه وكانوا في حبس ابن زياد الملعون من أيام معاوية ولم يكن لهم سبيل إلى نصرة الحسين عليه السلام لأنهم كانوا مقيدين مغلولين بالحبس وكانوا يطعمون يوما ، ويوما لا يطعمون وهم بالكوفة فلما جاء البريد إلى الكوفة بخبر هلال يزيد لعنه الله وكان ابن زياد الملعون في ذلك الوقت بالبصرة . فلما شاع هلاك يزيد (لع) وثبوا على دار ابن زياد ونهبوا أمواله وخيله وقتلوا غلمانه وكسروا حبسه وأخرجوا منه الأربعة آلاف وخمسمائة رجل من أصحاب أمير المؤمنين علي بن أبي طالب عليه السلام منهم سليمان بن صرد الخزاعي وإبراهيم بن مالك الأشتر ...)

[اللهوف في قتلى الطفوف، ص 153]

سید ابن طاووس (وفات 664 ھ) نے کتاب ابو مخنف سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: "ابو مخنف (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا... اور اس وقت بصرہ اور کوفہ کی حکومت عبیداللہ بن زیاد ملعون اور فاجر کے ہاتھ میں تھی۔ یزید ملعون نے اسے وصیت کی تھی کہ وہ چھ ماہ بصرہ میں اور چھ ماہ کوفہ میں قیام کرے۔ جب یزید ہلاک ہوا (اللہ کی لعنت ہو اس پر)، عبیداللہ بن زیاد ملعون بصرہ میں موجود تھا، اور اس کے قید میں چار ہزار پانچ سو مرد تھے، جو توابین میں شامل تھے اور امیر المؤمنین علی (علیہ السلام) کے شیعہ اور ان کے بہادر ساتھی تھے۔ انہوں نے امیر المؤمنین (علیہ السلام) کے ساتھ جہاد کیا تھا اور وہ معاویہ کے زمانے سے عبیداللہ بن زیاد ملعون کی قید میں تھے۔ انہیں امام حسین (علیہ السلام) کی مدد کرنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے قید خانے میں تھے اور انہیں ایک دن کھانا دیا جاتا تھا اور ایک دن بھوکا رکھا جاتا تھا، اور وہ کوفہ میں قید تھے۔

جب کوفہ میں یزید ملعون کی ہلاکت کی خبر پہنچی، اور اس وقت عبیداللہ بن زیاد ملعون بصرہ میں تھا، تو ان قیدیوں نے عبیداللہ بن زیاد کے گھر پر حملہ کیا، اس کا مال اور گھوڑے لوٹ لیے، اس کے غلاموں کو قتل کر دیا، اس کا قید خانہ توڑ دیا، اور چار ہزار پانچ سو قیدیوں کو آزاد کر دیا، جو امیر المؤمنین علی بن ابی طالب (علیہ السلام) کے اصحاب میں سے تھے۔ ان میں سلیمان بن صرد خزاعی اور ابراہیم بن مالک اشتر بھی شامل تھے..."

هذه وثيقة تاريخية مهمة تبين أنّ سليمان كان في سجن ابن زياد من أيام معاوية حتى هلاك يزيد، نقلها السيد ابن طاووس عن كتاب أبي مخنف، وأبو مخنف مؤرخ ثقة. قال الشيخ النجاشي في ترجمته: (لوط بن يحيى بن سعيد بن مخنف بن سالم الأزدي الغامدي، أبو مخنف، شيخ أصحاب الاخبار بالكوفة ووجههم، وكان يسكن إلى ما يرويه ...). (فهرست اسماء مصنفي الشيعة، ص 320).

وطريق السيد ابن طاووس إلى أبي مخنف يمر عبر جده الشيخ الطوسي، وطريق الشيخ الطوسي إليه صحيح. قال السيد الخوئي: (وكيف كان فهو ثقة مسكون إلى روايته على ما عرفت من النجاشي، وطريق الشيخ إليه صحيح). معجم رجال الحديث، (ج15 ص 142).

یہ ایک اہم تاریخی دستاویز ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ سلیمان بن صرد عبیداللہ بن زیاد کی قید میں تھے، اور یہ قید معاویہ کے زمانے سے لے کر یزید کی ہلاکت تک جاری رہی۔ اس دستاویز کو سید ابن طاووس نے ابو مخنف کی کتاب سے نقل کیا ہے، اور ابو مخنف ایک معتبر مورخ ہیں۔

شیخ نجاشی نے ابو مخنف کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا: "لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سالم الازدی الغامدی، ابو مخنف، کوفہ میں اخبار کے شیوخ اور بڑے محدثین میں سے تھے، اور ان کی روایات پر بھروسہ کیا جاتا تھا" (فہرست اسماء مصنفی الشیعہ، ص 320)۔

سید ابن طاووس کا ابو مخنف تک پہنچنے کا طریقہ ان کے دادا شیخ طوسی کے ذریعے ہے، اور شیخ طوسی کا ابو مخنف تک طریقہ صحیح ہے۔ اس بارے میں سید خوئی نے فرمایا: "جو بھی ہو، ابو مخنف ایک معتبر راوی ہیں، اور جیسا کہ شیخ نجاشی نے

کہا، ان کی روایت پر بھروسہ کیا جاتا ہے، اور شیخ طوسی کا ابو مخنف تک طریقہ صحیح ہے" (معجم رجال الحدیث، جلد 15، ص 142)۔

یہ بات واضح کرتی ہے کہ سلیمان بن صرد کی قید اور ان کی بعد کی سرگرمیاں تاریخی لحاظ سے مستند اور قابل اعتماد ہیں، اور ابو مخنف کی روایات پر مکمل اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

قال الشيخ المفيد: (فمن مختصر الأخبار التي جاءت بسبب دعوته عليه السلام وما أخذه على الناس في الجهاد من بيعته، وذكر جملة من أمره وخروجه ومقتله ما رواه الكلبي والمدائني وغيرهما من أصحاب السيرة إذ قالوا: (... فاجتمعت الشيعة بالكوفة في منزل سليمان ابن صرد ، فذكروا هلاك معاوية فحمدوا الله عليه ، فقال سليمان : إن معاوية قد هلك ، وإن حسينا قد تقبض على القوم ببيعته ، وقد خرج إلى مكة ، وأنتم شيعته وشيعة أبيه ، فإن كنتم تعلمون أنكم ناصروه ومجاهدو عدوه فأعلموه ، وإن خفتم الفشل والوهن فلا تغروا الرجل في نفسه ، قالوا : لا ، بل نقاتل عدوه ، ونقتل أنفسنا دونه ، قال : فكتبوا : بسم الله الرحمن الرحيم------

وعبارة سليمان التي ذكرها الشيخ المفيد نقلا عن أرباب السير ذكرها: الطبري وابن أعثم وغيرهما من أهل التاريخ. [ينظر: تاريخ الطبري، (ج4 ص 261)، الفتوح، (ج 5 ص 27)]

شیخ مفید نے اپنی کتاب میں ذکر کیا: "مختصر خبروں میں جو امام حسین (علیہ السلام) کی دعوت کے سبب آئی ہیں اور لوگوں سے ان کی بیعت اور جہاد کی دعوت سے متعلق ہیں، ایک واقعہ جو کلبی، مدائنی اور دیگر سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے، اس میں کہا گیا: 'شیعہ حضرات کوفہ میں سلیمان بن صرد کے گھر جمع ہوئے، انہوں نے معاویہ کی ہلاکت کا ذکر کیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ سلیمان نے کہا: معاویہ ہلاک ہو چکا ہے، حسین نے لوگوں سے بیعت لے لی ہے، اور وہ مکہ کی طرف نکل چکے ہیں، تم ان کے

اور ان کے والد (حضرت علی) کے شیعہ ہو۔ اگر تم جانتے ہو کہ تم ان کی مدد کر سکو گے اور ان کے دشمن سے لڑو گے، تو انہیں اس بات سے آگاہ کرو، لیکن اگر تمہیں کمزوری یا ناکامی کا خوف ہے تو انہیں دھوکہ نہ دو اور ان کی جان کو خطرے میں نہ ڈالو۔' سب نے کہا: نہیں، ہم ان کے دشمن سے لڑیں گے اور ان کے لیے اپنی جانیں قربان کریں گے۔ پھر سلیمان نے خط لکھا: 'بسم اللہ الرحمن الرحیم...'"

شیخ مفید نے یہ عبارت سیرت نگاروں کے حوالے سے نقل کی، اور اسی عبارت کو طبری، ابن اعثم اور دیگر مؤرخین نے بھی ذکر کیا ہے۔ (تاریخ طبری، جلد 4، ص 261؛ الفتوح، جلد 5، ص 27)۔

یہ روایت امام حسین (علیہ السلام) کی جانب شیعہ کی وفاداری اور ان کی مدد کرنے کے وعدوں کو بیان کرتی ہے، اور اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ سلیمان بن صرد نے کوفہ میں شیعہ حضرات کو اس وعدے کا پابند بنایا کہ وہ اپنے قول پر قائم رہیں گے اور امام حسین کی مدد سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

وابن زياد لما اطلع على مكاتبة أهل الكوفة إلى الحسين (عليه السلام)، حبس أربعة آلاف وخمسمائة من أصحاب أمير المؤمنين (عليه السلام) وأبطاله، منهم سليمان هذا وإبراهيم الأشتر وصعصعة وأمثالهم، ولم يكن لهم سبيل إلى نصر الحسين (عليه السلام)، لأنهم كانوا مقيدين مغلولين في الحبس، إلى أن سقط يزيد في الهاوية وشاع ذلك، وكان ابن زياد في البصرة، وثبت الشيعة على دار ابن زياد ونهبوا أمواله وقتلوا غلمانه وكسروا حبسه وأخرجوهم من الحبس وتهيأو المطلب الثار...). مستدركات علم رجال الحديث، (ج 4، ص 137 – 138).

جب ابن زیاد کوفہ کے لوگوں کی امام حسین (علیہ السلام) کو لکھے گئے خطوط کا علم ہوا، تو اس نے امیر المؤمنین (علیہ السلام) کے چار ہزار پانچ سو ساتھیوں اور ان کے بہادروں کو قید کر لیا۔ ان میں سلیمان بن صرد، ابراہیم الاشتر، صعصعہ اور ان جیسے دیگر افراد شامل تھے۔ ان افراد کے پاس امام حسین (علیہ السلام) کی مدد کا کوئی راستہ نہ تھا، کیونکہ وہ زنجیروں میں جکڑے قید میں تھے۔ جب یزید ہلاک ہوا اور اس کی موت کی خبر عام ہوئی، اس وقت ابن زیاد بصرہ میں تھا۔ شیعہ افراد نے ابن زیاد کے گھر پر حملہ کیا، اس کا مال لوٹ لیا، اس کے غلاموں کو قتل کر دیا، اس کے قید خانے کو توڑ دیا، اور قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ یہ قیدی بدلہ لینے کے لیے تیار ہو گئے۔

(مستدرکات علم رجال الحدیث، جلد 4، ص 137–138)۔

یہ عبارت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ سلیمان بن صرد اور دیگر افراد امام حسین (علیہ السلام) کی مدد کرنے سے قاصر تھے کیونکہ وہ عبیداللہ بن زیاد کی قید میں تھے، اور انہیں تب تک آزاد ہونے کا موقع نہیں ملا جب تک یزید ہلاک نہیں ہو گیا۔

إنّ ممّا اتّفقت عليه كتب السير والتواريخ أنّ ابن زياد لمّا اطلع على مكاتبة أهل الكوفة الحسين عليه السّلام حبس أربعة آلاف وخمسمائة رجل من التوّابين من أصحاب أمير المؤمنين عليه السّلام وأبطاله ، الذين جاهدوا معه ، منهم: سليمان

تَنْقيحُ المَقال في عِلم الرّجال، عبد الله المامقاني (المُتوفى سنة 1351 هـ)، جلد 33، ص 189

یہ بات سیرت اور تاریخی کتابوں میں متفق علیہ ہے کہ جب ابن زیاد کوفہ کے لوگوں کی امام حسین (علیہ السلام) کو بھیجی گئی خط و کتابت کا علم ہوا، تو اس نے چار ہزار پانچ سو مردوں کو قید کر دیا، جو توابین میں سے تھے اور امیر المؤمنین (علیہ السلام) کے

بہادر ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے، جنہوں نے حضرت علی (علیہ السلام) کے ساتھ جہاد کیا تھا۔ ان میں سلیمان بن صرد بھی شامل تھے۔

وقد ورد في الكتاب الذي كتبه الشيعة إلى الإمام الحسين (عليه السلام) وكتب بأمر سليمان: "من سليمان بن صرد، والمسيّب بن نجبة، وحبيب بن مظاهر، ورفاعة بن شدّاد، وعبد الله بن وال، وجماعة شيعته من المؤمنين"[8]. وقال الشيخ المفيد (رحمه الله): " ومَن يلحق منهم بالذكر من أوليائهم وعلية شيعتهم وأهل الفضل في الدين والإيمان والعلم والفقه والقرآن، المنقطعين إلى الله تعالى بالعبادة والجهاد والتمسّك بحقائق الإيمان: محمد بن أبي بكر ربيب أمير المؤمنين (عليه السلام) وحبيبه، ومحمد بن أبي حذيفة... وسليمان بن صرد الخزاعي

المفيد، محمد بن محمد بن النعمان، الجمل: ص52

اقوال العلماء في سليمان بن صرد خزاعی:

الاستيعاب: "كان رضي الله عنه خيرا فاضلا له دين وعبادة وكان له سن عالية وشرف وقدر وكلمة في قومه." (یعنی وہ نیک اور فاضل شخص تھے، دین دار اور عبادت گزار تھے، ان کی عمر بڑی تھی اور اپنی قوم میں عزت، مرتبہ اور اثر و رسوخ رکھتے تھے)۔

أسد الغابة: "كان خيرا فاضلا له دين وعبادة." (وہ نیک اور فاضل شخص تھے اور دین دار و عبادت گزار تھے)۔

الإصابة: "كان خيرا فاضلا" اور ابن سعد نے کہا: "هو من الطبقة الثالثة من المهاجرين، صحب رسول الله (ص)، وكان له سن عالية وشرف في قومه." (وہ مہاجرین کی تیسری جماعت سے تعلق رکھتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے، ان کی عمر بڑی تھی اور اپنی قوم میں عزت اور شرف رکھتے تھے)۔

تاريخ بغداد: محمد بن جرير طبری کے حوالے سے کہا گیا: "سليمان بن صرد بن الجون... أسلم وصحب النبي (ص) وكانت له سن عالية وشرف في قومه، نزل الكوفة وورد المدائن وبغداد." (سلیمان بن صرد نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی بنے، ان کی عمر بڑی تھی اور اپنی قوم میں عزت و شرف رکھتے تھے، کوفہ میں قیام پذیر ہوئے اور مدائن و بغداد کا سفر کیا)۔

الطبري في ذيل المذيل: "وكانت له سن عالية وشرف في قومه." (ان کی عمر بڑی تھی اور اپنی قوم میں عزت و مرتبہ رکھتے تھے)۔

الحاكم في المستدرك: "وكانت له سن عالية وشرف في قومه." (ان کی عمر بڑی تھی اور اپنی قوم میں عزت و شرف رکھتے تھے)۔

بلازری کی کتاب الانساب ..... کوفہ میں انصاران حسین کی وفاداری کو مشکوک بنانے والی روایتوں کا جائزہ

اور سب سے خطرناک روایتوں میں سے ایک وہ ہے جو امام حسین (علیہ السلام) کے چار سواروں کے ساتھ ملاقات کے بارے میں ہے، جو ان کے ساتھ شامل ہوئے جب وہ کوفہ کے قریب تھے۔ جب امام حسین (علیہ السلام) نے ان سے لوگوں کی حالت کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے ذکر کیا کہ اشراف (یعنی قبائلی سرداروں) کو بڑی رشوت دی گئی ہے تاکہ ان کی حمایت حاصل کی جا سکے 【75】۔ البتہ، البلاذری کی منفرد روایت یہ ہے کہ امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: "انہوں نے تمہیں صرف ایک بازار بنانے کے لیے لکھا ہے، جہاں وہ فائدہ اٹھا سکیں اور تمہیں مال کمانے کا ذریعہ بنا سکیں" 【76】۔

یہ روایت کوفیوں کی مراسلت کی حقیقت کو جڑ سے بدل دیتی ہے، خاص طور پر اگر ان مراسلوں کا تعلق اشراف سے ہو۔ اگر اشراف سے مراد قبائلی شیوخ اور زعماء ہیں، تو یہ بات معروف ہے کہ ان کی اکثریت امام حسین (علیہ السلام) کا کوفہ میں داخل ہونا نہیں چاہتی تھی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ امام حسین (علیہ السلام) کی قیادت میں ایک ریاست کا قیام اس بات کا مطلب ہوگا کہ شریعت کے تحت سب برابر ہوں گے، جیسا کہ انہوں نے امام علی (علیہ السلام) کی خلافت میں دیکھا تھا 【77】۔

لہٰذا، اس روایت سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اشراف وہی لوگ تھے جنہوں نے امام حسین (علیہ السلام) کو خطوط لکھے تھے، اور اس طرح امام حسین (علیہ السلام) کی شہادت کی بنیادی ذمہ داری انہی مراسلین پر عائد ہوتی ہے۔ ان اشراف کا کردار بدل کر انہیں انصار کے بجائے وہ تاجر بنایا گیا جو اپنے دین کو بیچ کر اسے ایک پل کی طرح استعمال کرتے ہیں تاکہ یزید سے مال اور جاہ حاصل کر سکیں۔ اگر یہ روایت درست ہو، تو کوفی معاشرے کو دوغلے پن اور عدم استحکام کا حامل قرار دیا جا سکتا ہے، جو کئی مواقع پر ثابت ہوا ہے۔ امام حسین (علیہ السلام) کو خطوط لکھ کر یزید کے قریب ہونا ایک ممکنہ امر تھا۔

البتہ، بلاذری کی روایت کی کمزوری کا امکان زیادہ قوی ہے، کیونکہ مراسلین کی خواہش تھی کہ اموی ظلم سے نجات پائیں اور کوفہ دوبارہ اپنے عروج کے دنوں کی طرف لوٹے، جیسا کہ اس وقت تھا جب کوفہ خلافت کا دارالحکومت تھا اور امام حسین (علیہ

السلام) کا کوفہ میں داخلہ اس کی بحالی کا موقع تھا۔ خاص طور پر اس وقت کے حالات اس کے لیے موزوں تھے، کیونکہ عامل کوفہ نعمان بن بشیر کو امن و سلامتی پسند کرنے والا اور تعسف سے بچنے والا کہا گیا ہے 【78】 ۔ یہ ایک مخلصانہ خواہش تھی، جس کے لیے مراسلین نے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا اور امام حسین (علیہ السلام) کے ساتھ بیعت کی۔

ابن زیاد کی فوجی تیاریاں اس حقیقت کی عکاسی کرتی ہیں۔ بلاذری کے مطابق: "ابن زیاد نے حکم دیا کہ لوگ النخیلة میں پڑاؤ ڈالیں اور اس بات کا بھی حکم دیا کہ کوئی پیچھے نہ رہے" 【79】 ۔ اس کے علاوہ، انہوں نے کہا: "ابن زیاد نے کوفہ کے ارد گرد نگرانی کے لیے پہرے بٹھا دیے تاکہ کوئی بھی فوجی کوفہ سے باہر نہ جا سکے، مبادا کہ وہ امام حسین (علیہ السلام) کی مدد کے لیے نکلے" 【80】 ۔ اس تیاری کو ایک اور روایت میں مزید تقویت دی گئی ہے: "انہوں نے کوفہ کے ارد گرد ایک ہمدانی شخص کو پایا جو اپنے وراثت کا مطالبہ کرنے آیا تھا، ابن زیاد کے پاس لایا گیا اور اسے قتل کر دیا گیا، کوفہ میں ہر بالغ شخص کو نکال کر النخیلة میں موجود فوجی کیمپ میں بھیج دیا گیا" 【81】 【82】 ۔

روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن زیاد کی جانب سے کوفہ کے گرد جو فوجی جال بچھایا گیا تھا، وہ بہت مضبوط تھا، تاکہ امام حسین (علیہ السلام) کی مدد کو روکنے کے لیے اہل کوفہ کو مکمل طور پر گھیر لیا جائے۔ تاہم، ایک اور روایت ان تیاریوں کی نفی کرتی ہے اور یہ ظاہر کرتی ہے کہ لوگوں کو امام حسین (علیہ السلام) کے خلاف جنگ کرنے سے نفرت تھی۔ روایت میں کہا گیا ہے: "ایک شخص کو ہزار افراد کے ساتھ بھیجا جاتا تھا، لیکن وہ تین سو یا چار سو افراد سے بھی کم کے ساتھ پہنچتا تھا، کیونکہ لوگوں کو اس محاذ پر جانے سے نفرت تھی" 【83】 ۔

البتہ، البلاذری نے اس تضاد کی کوئی وضاحت پیش نہیں کی۔ اگر واقعی کوفہ میں کوئی بالغ مرد باقی نہیں بچا تھا اور سب کو فوجی کیمپ اور پہرے داری پر تعینات کر دیا گیا تھا، اور اگر کوفہ کے گرد چوکیاں اور حفاظتی انتظامات اس حد تک مضبوط تھے کہ

کوئی بھی امام حسین (علیہ السلام) کی مدد کے لیے نہ جا سکتا تھا، تو پھر یہ بڑی تعداد میں لوگ، جو امام حسین (علیہ السلام) کے خلاف جنگ میں شامل نہیں ہونا چاہتے تھے، کہاں چھپے ہوئے تھے؟

یہ سوال اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ شاید کوفہ کے اندر کچھ لوگوں نے نہ صرف فوجی حکم عدولی کی، بلکہ وہ خاموشی سے امام حسین (علیہ السلام) کی مدد کرنے سے بھی قاصر تھے، اور اپنے آپ کو اس جنگ سے الگ رکھنے کی کوشش میں تھے۔

روایتوں کے سلسلے میں، البلاذری نے ایک اور منفرد روایت ذکر کی جس میں امام حسین (علیہ السلام) نے اپنے اصحاب سے عاشورہ کی رات فرمایا: "اور جتنے بھی خطوط مجھے لکھے گئے تھے – میرے خیال میں – وہ میرے لیے ایک مکرو فریب تھے اور یزید بن معاویہ کے قریب ہونے کی ایک کوشش تھی"۔ یہاں البلاذری اس بات کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں کہ امام حسین (علیہ السلام) کو خطوط لکھنے والوں پر الزام لگایا جائے اور کوفیوں پر امام حسین (علیہ السلام) کے شک و شبہ کو ظاہر کیا جائے۔ یہ روایت البلاذری کی اس پہلے کی روایت کو بھی تقویت دیتی ہے جس میں کوفیوں کی مراسلت کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔

البتہ، البلاذری ان دونوں روایتوں میں اکیلا ہے اور ان کی تائید میں کوئی دلیل پیش نہیں کرتا، جو شاید اس بات کا اشارہ دے سکتا ہے کہ ان روایتوں کو ذکر کرنے کے پیچھے کوئی مخصوص مقصد یا محرک ہو سکتا ہے۔ یہ روایت ممکنہ طور پر امام حسین (علیہ السلام) کے خون میں ملوث افراد کے دائرے کو وسیع کرنے کی کوشش ہو سکتی ہے، تاکہ امام کے انصار کا حلقہ کم کر کے ان کی مخالفت کو نرم کیا جا سکے۔ اس میں کوفہ کو غداری کا مرکز اور اہل بیت (علیہم السلام) کے لیے عدم وفاداری کا مقام دکھانے کی کوشش بھی شامل ہو سکتی ہے۔

چونکہ البلاذری کا دور عباسی خلافت (1258-749ء/656-132ھ) کا تھا، اس بات کو خارج از امکان نہیں کیا جا سکتا کہ یہ روایت کوفہ کو شیعہ مرکز کے طور پر پیش کرتے ہوئے اسے غداری اور عدم وفاداری کی علامت بنانے کی ایک کوشش ہو۔ یہ بیعت اور مراسلت امام حسین (علیہ السلام) کے ساتھ ایک دکھاوے کے طور پر پیش کی گئی ہو تاکہ کوفی اپنے ذاتی مقاصد کو حاصل کر سکیں۔ اس روایت کے ذریعے ہم ان نکات کا اختتام کرتے ہیں جو البلاذری کی کتاب انساب الأشراف میں شامل منفرد روایتوں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جن میں سے اکثر کا تذکرہ دوسرے مورخین میں نہیں ملتا۔

1. کتاب الفتوح از ابن اعثم کوفی

ابن اعثم کوفی اپنی کتاب الفتوح میں فتوحات کی کتابوں میں سے واحد مصنف ہیں جنہوں نے کربلا کے واقعات کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ انہوں نے بہت سی ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جو دوسرے مؤرخین کے پاس نہیں ملتیں، اور ہم ان میں سے کچھ پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، خاص طور پر ان روایات کے اختلافات اور ان کے واقعات پر اثرات کے حوالے سے۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ آیا ابن اعثم کی روایت میں کوئی عیب ہے یا ان مؤرخین کی روایت میں جو اس جیسے واقعات کو نظرانداز کرتے ہیں۔

ابن اعثم کی علمی حیثیت

ابن اعثم کی علمی حیثیت پر بات کرتے ہوئے، علامہ حسین محفوظ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک دستاویز سے اقتباس نقل کیا گیا ہے: "ابن کوفی ان دو افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے علمی تحقیق کی بنیادیں قائم کیں"۔ یہ تعریف ہمیں ابن اعثم کی روایات پر غور و فکر کرنے اور احتیاط برتنے پر مجبور کرتی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان کی روایات میں موجود بعض تضادات اور انفرادیت کو نظرانداز کریں۔

مثال کے طور پر: بیعت کے حوالے سے روایات

ابن اعثم نے یزید بن معاویہ کا ایک خط نقل کیا ہے جو اس نے مدینہ کے والی ولید بن عتبہ کو بھیجا، جس میں اسے صحابہ کے بیٹوں سے بیعت لینے کا حکم دیا گیا۔ ابن اعثم کے مطابق، اس خط میں یزید نے "عبدالرحمن بن ابی بکر" کا نام بھی ذکر کیا ہے 【86】، لیکن یہ ثابت ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر یزید کی بیعت سے پہلے وفات پا چکے تھے، اور ان کی موت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ معاویہ کے خلاف ان کے اعتراضات کے بعد مشکوک حالات میں ہوئی 【88】۔

ابن اعثم نے یزید کی طرف سے ولید کو بھیجے گئے ایک اور خط میں کہا: "جو تمہاری بیعت کو رد کرے، اس کی گردن مارو اور اس کا سر میرے پاس بھیجو" 【89】۔

تناقضات کی مثال

ایک اور تضاد میں ابن اعثم نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن مطیع عدوی کو مدینہ کے والی ولید بن عتبہ نے یزید کی بیعت سے انکار پر قید کر لیا تھا، لیکن بنو عدی نے انہیں اور دیگر قیدیوں کو آزاد کر دیا جب کہ امام حسین (علیہ السلام) ابھی مدینہ میں تھے اور مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ نہیں ہوئے تھے 【90】۔ پھر ابن اعثم ایک اور روایت میں کہتے ہیں کہ امام حسین (علیہ السلام) مدینہ اور مکہ کے درمیان تھے جب ان کی ملاقات عبداللہ بن مطیع سے ہوئی 【92】۔ یہاں یہ تضاد واضح ہو جاتا ہے کہ عبداللہ بن مطیع، جو قید سے نکلے تھے، اتنی قلیل مدت میں مکہ جا کر واپس کیسے آ سکتے تھے تاکہ وہ امام حسین (علیہ السلام) سے راستے میں ملاقات کر سکیں۔

امام حسین (علیہ السلام) اور مروان بن حکم کے درمیان مشاجرات

ابن اعثم نے ایک اور تضاد بیان کیا ہے، جس میں انہوں نے ذکر کیا کہ امام حسین (علیہ السلام) اور مروان بن حکم کے درمیان ایک تلخ گفت و شنید ہوئی، جس کے بعد مروان نے مدینہ کے والی کو یزید کو خط لکھنے پر اکسایا کہ امام حسین (علیہ السلام) بیعت کرنے سے انکار کر رہے ہیں 【94】 . بعد میں ابن اعثم نے یزید کا جواب نقل کیا جس میں وہ مدینہ کے لوگوں کو لکھتے ہیں: "ہمیں ان (حسین بن علی) پر نہ کوئی اطاعت کا حق ہے اور نہ ہی کوئی بیعت" اور مزید کہا: "جواب میں میرے پاس حسین بن علی کا سر بھیجو" 【95】 .

یہ تضادات اور انفرادیت ہمیں ابن اعثم کی روایات پر غور کرنے کی ضرورت کی طرف اشارہ کرتے ہیں، خاص طور پر جب ان کا موازنہ دوسرے مؤرخین سے کیا جائے۔

یہاں ہمیں ایک اور تضاد نظر آتا ہے جہاں ابن اعثم نے ذکر کیا کہ والی مدینہ ولید بن عتبہ کے لیے حالات اتنے مشکل ہو گئے تھے کہ اس نے امام حسین (علیہ السلام) کے گھر پیغام بھیجا تاکہ یہ دیکھے کہ آیا امام حسین مدینہ سے نکل چکے ہیں یا نہیں۔ جب ولید نے انہیں ان کے گھر میں نہ پایا تو کہا: "الحمدللہ، جس نے مجھے ان کے خون کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا!" اور سمجھا کہ امام حسین مدینہ سے نکل چکے ہیں 【97】 . یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ولید بن عتبہ کا یزید کو خط بھیجنا اور پھر یزید کی طرف سے ولید کو امام حسین (علیہ السلام) کا سر لانے کا حکم واپس آنا کتنے وقت میں ممکن تھا؟

چونکہ مؤرخین کے مطابق امام حسین (علیہ السلام) نے مدینہ میں بیعت کے مطالبے کے بعد زیادہ سے زیادہ ایک یا دو راتیں قیام کیا 【98】 ، اس لیے یہ روایت کہ مراسلت کا عمل اور یزید کا جواب اتنی جلدی واپس آنا حقیقت سے بعید ہے اور عقلی طور پر ناقابل قبول ہے۔

ایک اور منفرد روایت جو ابن اعثم کوفی نے ذکر کی، وہ کوفہ میں امام حسین (علیہ السلام) کے شیعوں کی بیعت سے متعلق ہے، جب مسلم بن عقیل ان کے پاس پہنچے اور امام حسین (علیہ السلام) کا خط پڑھا۔ اس کے بعد ابن اعثم لکھتے ہیں: "پھر انہوں نے (شیعوں نے) مال پیش کیا، لیکن مسلم بن عقیل نے کچھ بھی قبول نہیں کیا" 【99】 ۔ اگر یہ روایت درست ہے، تو پھر مسلم بن عقیل نے وہ مال کیوں قبول کیا جو معقل نے، جو عبیداللہ بن زیاد کا جاسوس تھا، پیش کیا تاکہ وہ مسلم بن عقیل کے ٹھکانے اور شیعوں کی معلومات حاصل کر سکے؟ ابن اعثم نے ذکر کیا: "مسلم نے اسے خوش آمدید کہا، قریب کیا، اور اس سے بیعت لی اور حکم دیا کہ وہ جو مال ساتھ لایا ہے، اسے قبول کرے" 【101】 ۔ اگر مسلم بن عقیل نے معقل کا مال قبول کیا تھا، جیسا کہ ابن اعثم نے ذکر کیا، جو کہ تین ہزار درہم تھے 【102】 ، تو پھر جب مسلم بن عقیل کو گرفتار کیا گیا تو انہوں نے عمر بن سعد سے کیوں وصیت کی: "میری تم سے درخواست ہے کہ میرا گھوڑا اور ہتھیار خرید لو اور میری طرف سے ان لوگوں کو بیچ دو تاکہ تم میرے 700 درہم کا قرض ادا کر سکو جو میں نے تمہارے شہر میں لیا تھا" 【103】 ۔

یہ پچھلی روایات اپنے آپ میں متضاد ہیں۔ اگر ابن اعثم کی اس منفرد روایت کے مطابق، مسلم بن عقیل نے کوفہ والوں کا مال قبول نہیں کیا، لیکن معقل سے مال قبول کیا، تو پھر ان پر کوفہ میں کیسے قرض باقی تھا؟ یہ تضادات ان روایات کے بارے میں شکوک و شبہات کو بڑھاتے ہیں اور اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ کچھ روایات، خاص طور پر ابن اعثم کی منفرد روایات، کو محتاط تجزیے کی ضرورت ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسلم بن عقیل نے معقل سے تین ہزار درہم وصول کیے، تو انہوں نے اپنا سات سو درہم کا قرض خود کیوں ادا نہیں کیا؟ خاص طور پر جب کہ معقل سے رقم وصول کرنے اور ابن زیاد کے ہاتھوں مسلم بن عقیل کی گرفتاری کے درمیان وقت بہت کم تھا۔ شاید کوفہ میں مسلم بن عقیل کی جانب سے کی جانے والی فوجی تیاریوں نے انہیں اس رقم کو وصول کرنے پر مجبور کیا تاکہ امام حسین (علیہ السلام) کے کوفہ میں آمد پر ان کی مدد کے لیے اسلحہ خریدا جا سکے۔ اس کی دلیل طبری نے بیان کی، جہاں

انہوں نے ذکر کیا کہ مسلم بن عقیل نے ابو ثمامہ الصائدی کو حکم دیا کہ وہ معقل کی لائی ہوئی رقم وصول کرے اور اس سے اسلحہ خریدے 【105-104】 ۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلم بن عقیل کا کوفہ والوں کی جانب سے پیش کی جانے والی رقم کو نہ قبول کرنے والی روایت اس وقت کے حالات سے میل نہیں کھاتی۔ تاہم، ایک اور ممکنہ وضاحت یہ ہو سکتی ہے کہ جب مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو حالات امام حسین (علیہ السلام) کی آمد کے لیے سازگار تھے، اور لوگ ان کی بیعت کر رہے تھے۔ اس وقت کے والی نعمان بن بشیر بھی کمزور تھا، اور فوجی تیاریوں یا رقم جمع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، اس لیے مسلم بن عقیل نے کوفہ والوں کی پیش کردہ رقم قبول نہیں کی، جیسا کہ ابن اعثم کوفی نے اپنی پہلی روایت میں ذکر کیا 【106】 ۔

لیکن حالات اس وقت بدل گئے جب عبیداللہ بن زیاد نے نعمان بن بشیر کی جگہ لی اور کوفہ میں اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے مسلم بن عقیل کو ڈھونڈنا شروع کیا، جس کے بعد کوفہ والوں نے مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس صورتحال نے مسلم بن عقیل کو فوجی تیاریوں اور اسلحہ خریدنے کی ضرورت پر مجبور کیا، اور اس وقت رقم کی ضرورت شدید ہو گئی۔ اس طرح، ابن اعثم کی پہلی روایت، جس میں مسلم بن عقیل نے کوفہ والوں کی رقم قبول نہیں کی، ان تبدیل شدہ حالات کے تناظر میں درست ہو سکتی ہے۔

ابن اعثم نے یہ بھی ذکر کیا کہ جب ہانی بن عروہ کے قتل کی افواہیں پھیل گئیں تو عبیداللہ بن زیاد کے حامیوں نے قصر کے گرد مسلم بن عقیل کے ساتھ جنگ شروع کر دی 【107-109】 ۔ تاہم، زیادہ تر ذرائع نے اس بات کو نظرانداز کیا ہے اور صرف یہ ذکر کیا ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے اپنے ساتھ موجود چند اشراف اور پولیس اہلکاروں کے ساتھ قصر میں پناہ لی تھی۔

عبیداللہ بن زیاد کا کوفیوں کے ساتھ رویہ ہمیشہ افواہوں، دھمکیوں اور لالچوں پر مبنی ہوتا تھا، جیسا کہ اس نے اپنے والد کے زمانے سے ان کی نفسیات کو جان لیا تھا۔ ابن اعثم کی یہ روایت کہ مسلم بن عقیل کے ساتھ اٹھارہ ہزار فوجی تھے، تضاد کا شکار ہے، کیونکہ ایسے میں عبیداللہ بن زیاد اور اس کے اشراف کا قصر سے باہر نکل کر جنگ میں شامل نہ ہونا حیرت انگیز تھا 【111-112】 ۔

ابن اعثم کی روایت میں یہ بھی منفرد ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ وہ مسلم بن عقیل کو امان دے کر گرفتار کرے، اور محمد بن اشعث نے مسلم بن عقیل سے کہا: "اپنی جان مت گنواؤ، تمہیں امان دی گئی ہے" 【114-115】۔ تاہم، اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ مسلم بن عقیل نے امان قبول کی اور اپنے آپ کو حوالے کیا، اور انہیں گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا 【116】۔

آخر میں، اگرچہ ابن اعثم کی روایت میں تضادات اور منفرد نکات موجود ہیں، لیکن مسلم بن عقیل کی جرات و بہادری اور کوفہ میں ہونے والے واقعات کی کچھ تفصیلات کو سمجھنے کے لیے ان روایات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

واقعة الطف في كتب التراجم
والطبقات والتاريخ العام الإسلامي

اوّلاً: تراجم اور طبقات کی کتابوں میں

جن میں واقعہ کربلا کا ذکر تراجم اور طبقات کی کتابوں میں ان شخصیات کے ترجمہ کے دوران آیا ہے

جنہوں نے دونوں لشکروں میں سے کسی ایک میں شرکت کی، لہٰذا اس میں روایتیں صرف ان لوگوں تک محدود ہیں جو اس واقعے میں قتل ہوئے،

نہ کہ وہ جو بچ گئے۔ ان کتابوں میں واقعہ کی تفصیلات میں زیادہ گہرائی سے نہیں گئے، سوائے کچھ نادر مثالوں کے۔ یہاں ہم کوشش کریں گے کہ

کریں گے موت ان اہم اشاروں اور روایات پر روشنی ڈالیں جو اس واقعہ کی تفصیلات پر اثرانداز ہو سکتی ہیں۔ ہم کتابوں کا ذکر کے وقت کے ترتیب کے لحاظ سے، درج ذیل انداز میں

:كتاب الطبقات لابن سعد (وفات: 230 ھ/818 م)

ابن سعد ان اولین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے طبقات کے اعتبار سے تراجم پر کتاب لکھی۔ ان کے اہم اقوال میں سے ایک جس پر ہماری توجہ مرکوز ہوئی وہ سلیمان بن صرد الخزاعی کا ذکر ہے، جنہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھا تھا (ترجمہ نمبر 134)۔ ابن سعد نے ذکر کیا کہ جب امام حسینؑ کوفہ پہنچے تو سلیمان بن صرد نے ان کا ساتھ نہیں دیا اور ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوئے۔ ابن سعد نے مزید کہا کہ سلیمان اکثر شک اور تردد کا شکار رہتے تھے (ترجمہ نمبر 135)۔

ابن سعد کا کہنا ہے کہ سلیمان بن صرد کے اس رویے کی وجہ ان کا شک تھا۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ شک واقعة الطف میں ان کے عدم شرکت کا جواز تھا؟ کیا یہ محض سیاسی شک تھا یا سلیمان بن صرد کی جانب سے یزید کی بیعت اور اس کی خلافت کو قبول کرنے کی کوئی اندرونی مجبوری تھی؟ سلیمان بن صرد کا رویہ امام حسینؑ کی حمایت نہ کرنے کے مقابلے میں ان کی بیعت امیر معاویہ اور امام حسنؑ کے خلافت سے دستبردار ہونے کے وقت سے مختلف تھا۔

ابن سعد نے اس معاملے کو یزید کی فرضی اطاعت اور امام حسینؑ کے کوفہ آنے کے بعد کے حالات کے تناظر میں بیان کیا ہے۔ یہ سوال اٹھتا ہے کہ آیا سلیمان بن صرد کے شک نے ان کو یزید کی حمایت پر مجبور کیا؟ اس کے علاوہ، دیگر مؤرخین نے بھی سلیمان بن صرد کے موقف پر تبصرے کیے ہیں، جن میں مختلف آراء سامنے آئی ہیں۔

مؤرخین نے سلیمان بن صرد کے موقف پر تبصرہ کیا اور کہا کہ وہ ان افراد میں شامل تھے جنہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھا تھا، اور بعد میں ان کی حمایت چھوڑ دی۔ باوجود اس کے کہ مؤرخین نے ان وجوہات کا ذکر نہیں کیا جو سلیمان کو امام حسینؑ کی حمایت چھوڑنے پر مجبور کر گئیں، تاہم کچھ اہم اشارات ملتے ہیں۔

مثال کے طور پر، امام الذہبی نے کہا: "سلیمان بن صرد ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے امام حسینؑ کو بیعت کے لیے خط لکھا، لیکن جب ابن زیاد کا تسلط آیا تو وہ امام حسینؑ کی مدد کرنے سے قاصر رہے اور بعد میں اس پر نادم ہوئے" (ترجمہ نمبر 138)۔ اس بات کی تصدیق ایک اور روایت سے ہوتی ہے جو الشاہرودی نے نقل کی: "ابن زیاد نے چار ہزار پانچ سو افراد کو قید کیا جو اہل کوفہ میں سے تھے اور امام حسینؑ کو خط لکھا تھا، ان میں سلیمان بھی شامل تھے" (ترجمہ نمبر 139)۔

شاید اس روایت سے اندازہ ہو کہ ابن زیاد کی سیاست اور کوفہ کے لوگوں کو امام حسینؑ سے دور کرنے کی کوششیں سلیمان بن صرد اور دیگر افراد کی حمایت ختم کرنے کی ایک بڑی وجہ تھیں۔

اس بنا پر سلیمان بن صرد کا واقعہ کربلا میں عدم شرکت ممکنہ طور پر ابن زیاد کی کوفہ میں کی گئی کارروائیوں کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔ ابن زیاد نے امام حسینؑ کے حامیوں کے خلاف قید و بند اور دہشت گردی کا طریقہ استعمال کیا، جبکہ بعض لوگوں کو بنو امیہ کی جانب سے مالی لالچ بھی دیا گیا۔ چونکہ سلیمان بن صرد ان لوگوں میں شامل نہیں تھے جو اقتدار کے قریب جانے اور بنو امیہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے خواہاں تھے، اس لیے وہ ان کی لالچ میں نہیں آئے۔ سلیمان کا قید ہونا اور اس وجہ سے امام حسینؑ کی مدد نہ کر پانا ایک ممکنہ وجہ ہو سکتی ہے۔

ان روایات کے ذریعے ہم ابن سعد کی "کتاب الطبقات الکبریٰ" سے انتخاب کو ختم کرتے ہیں۔

کتاب الثقات لابن حبان: متوفی ٣٥٤ # / ٩٦٥

ابن حبان نے اپنی کتاب میں ان واقعات کا ذکر کیا ہے جو معاویہ کی وفات اور یزید کی ولایت کے بعد رونما ہوئیں۔ سال 60 ہجری کے بعد کے ان واقعات میں ابن حبان نے کربلا کے حادثے کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا، لیکن ان کی بعض روایات قاری کو ضرور متوجہ کرتی ہیں، کیونکہ یہ دیگر مؤرخین کی روایتوں سے کچھ مختلف ہیں۔

ابن حبان کے مطابق: "شام کے لوگوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت کی اور یہ خبر امام حسین بن علیؑ تک پہنچی، تو امام نے اپنے پیروکاروں کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ جب امام حسنؑ نے معاویہ کے ساتھ صلح کی تھی تو خاموشی اختیار کی گئی اور معاویہ نے بھی اس وقت سکوت اختیار کیا تھا۔ لیکن اب معاویہ گزر چکا ہے، اور اہلِ کوفہ کی جانب سے خطوط امام حسینؑ کو موصول ہو رہے تھے، جن میں ان سے بیعت کی دعوت دی جا رہی تھی" (روایت 140)۔

یہ بیان ابن حبان کے دیگر مؤرخین سے مختلف انداز کو ظاہر کرتا ہے، کیونکہ اس میں کچھ واقعات کی تفصیل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ابن حبان کے مطابق، امام حسینؑ معاویہ کی وفات کے بعد پہلے متحرک شخصیت تھے۔ انہوں نے ذکر کیا کہ امام حسینؑ نے اپنی شیعت کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا، لیکن ابن حبان نے والی کی جانب سے امام حسینؑ کا پیچھا کرنے یا ان کو طلب کرنے کا ذکر نہیں کیا۔ ابن حبان نے امام حسینؑ کے خروج کی وجہ کو معاویہ کی وفات اور یزید کی بیعت سے جوڑا، اور اس کا تعلق امام حسنؑ کے ساتھ کیے گئے معاویہ کے معاہدے کے آخری نکات سے بتایا، جسے معاویہ نے یزید کو خلافت سونپ کر توڑا تھا۔

ابن حبان نے ایک اور روایت ذکر کی: "جب امام حسینؑ کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تو وہ خود کوفہ کی جانب روانہ ہوئے" (روایت 141)۔ یہ بیان ابن اعثم الكوفي کے ساتھ متفق ہے اور بیشتر مؤرخین کی روایات کے برعکس ہے، جو یہ بتاتے ہیں

کہ امام حسینؑ کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر راستے میں ملی، جب وہ کوفہ کی طرف سفر کر رہے تھے۔ یہ آخری روایت زیادہ قابلِ اعتماد سمجھی جاتی ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

ابن قتیبہ کی روایت (ترجمہ نمبر 176) کے مطابق، جب مسلم بن عقیل کو تنہا چھوڑ دیا گیا اور ان کا ساتھ دینے والے پیچھے ہٹ گئے، تو انہوں نے ہانی بن عروہ کے گھر پناہ لی۔ بعد میں ابن زیاد نے ہانی کو طلب کیا اور اسے قتل کر دیا۔ ابن قتیبہ ایک اور روایت میں بیان کرتے ہیں کہ جب مسلم بن عقیل کو ابن زیاد کے سامنے لایا گیا، تو انہوں نے چہروں پر نظر ڈالی اور عمرو بن سعید سے کہا: "کیا میں یہاں کوئی اور دیکھوں یا تم سے بات کروں؟" (ترجمہ نمبر 177)۔

ابن قتیبہ نے مزید ذکر کیا کہ عمرو بن سعید ابن زیاد کی فوج کا قائد تھا، اور یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن قتیبہ نے ناموں اور واقعات میں کچھ خلط ملط کر دیا ہے (ترجمہ نمبر 178)۔ دیگر ذرائع کے مطابق، مسلم بن عقیل کا خروج ہانی بن عروہ کے قتل کی افواہوں کے بعد ہوا، جبکہ ہانی ابھی تک اپنے گھر میں موجود تھے (ترجمہ نمبر 179)، جو زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ اگر ہانی بن عروہ اپنے گھر میں محفوظ تھے، تو پھر مسلم بن عقیل اور ان کے ساتھ موجود بیعت کرنے والے افراد کے خروج کی اصل وجہ کیا تھی؟

كتاب الأخبار الطوال لأبي حنيفة الدينوري

الدینوری نے واقعہ کربلا کی روایات میں بہت سی روایات سے اختلاف کیا۔ ہم نے خاص طور پر ان اختلافات پر توجہ دی ہے جو دینوری نے اپنی روایات میں پیش کیے ہیں، جیسے کہ مروان بن الحکم کے والی مدینہ ولید بن عتبہ سے گفتگو کے دوران عبدالرحمن بن ابی بکر کا ذکر اور اصحاب سے یزید کے لیے بیعت طلب کرنے کی گفتگو۔ دینوری نے بیان کیا کہ کوفہ میں مسلم بن عقیل کو ہانی بن ورقہ مذحجی نے پناہ دی تھی، لیکن پھر انہوں نے کہا کہ مسلم ہانی بن عروہ کے گھر میں تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ دینوری نے صرف نام میں غلطی کی کیونکہ ہانی بن ورقہ کا ذکر کسی دوسرے مورخ نے نہیں کیا، اور یہ کہ ابن زیاد نے بازار میں ہانی بن عروہ کا سر قلم کیا، جبکہ بیشتر مورخین نے بیان کیا کہ ہانی، مسلم بن عقیل کے قتل کے بعد قتل ہوئے۔ ممکن ہے کہ دوسری روایت زیادہ درست ہو کیونکہ ہانی بن عروہ کو، جو اپنے قبیلے کے سردار تھے، قتل کرنے کا نتیجہ کوفہ کے عوام کی بغاوت کا سبب بن سکتا تھا۔

دینوری کی ایک اور روایت میں مسلم بن عقیل کے قتل کا ذکر ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ 3 ذی الحجہ 60 ہجری کو پیش آیا اور اسی دن امام حسین نے مکہ سے روانگی کی۔ دینوری نے امام حسین کے کوفہ کے لوگوں کے نام خط کا ذکر کیا جو 'بطن الرمہ' سے لکھا گیا تھا، جبکہ دینوری کی ہی ایک اور روایت میں امام حسین کے خروج کا ذکر زرود میں زہیر بن قین سے ملاقات سے ہوتا ہے۔ یہ مختلف روایات اور تضادات تاریخ کو مشکل بنا دیتے ہیں، خاص طور پر جب امام حسین کا خروج اور زہیر بن قین کا حج کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اسی طرح، روایت میں کہا گیا ہے کہ امام حسین نے زہیر بن قین سے زرود میں ملاقات کی جب زہیر حج کر کے مکہ سے واپس آ رہے تھے، حالانکہ امام حسین حج سے پہلے روانہ ہو چکے تھے۔ اس تضاد سے دینوری کی روایات کا غیر مستند ہونا واضح ہوتا ہے۔

اس مضمون کے اختتام میں، مختلف مورخین کی مختلف روایات کا تجزیہ کرتے ہوئے دینوری کی کربلا کی روایات پر سوال اٹھائے گئے ہیں، خاص طور پر ان مواقع پر جب انہوں نے دیگر روایات سے اختلاف کیا۔

امام دینوری (۲۰۰) کے مطابق، امام حسینؑ مکہ سے روانہ ہوئے اور کوفہ کی طرف جا رہے تھے۔ زرود پہنچنے پر انہیں زہیر بن قین کا خیمہ نظر آیا، جو کہ حج کی نیت سے مکہ سے روانہ ہوا تھا۔ یہاں تضاد پایا جاتا ہے کیونکہ امام حسینؑ حج سے پہلے ہی مکہ سے روانہ ہو چکے تھے، پھر زہیر بن قین جو حاجی تھا، کیسے ان کے سامنے آیا؟ دینوری نے ذکر کیا کہ امام حسینؑ نے اہل کوفہ کو خط لکھا کہ وہ ان کی طرف تیز رفتاری سے آ رہے ہیں۔ یہ روایت اس تاریخ سے مختلف ہے جو دینوری نے امام حسینؑ کے مکہ سے روانہ ہونے کے حوالے سے دی۔

بلاذری (۲۰۱) کی روایت میں بھی تضاد پایا جاتا ہے، جہاں ذکر کیا گیا کہ زہیر بن قین مکہ سے جلدی روانہ ہو گئے تھے کیونکہ وہ عثمانی خیالات کے حامل تھے۔ یوں لگتا ہے کہ امام حسینؑ ان سے کچھ دن پہلے روانہ ہو گئے تھے تاکہ زہیر بعد میں ان سے جا ملے۔

دینوری (۲۰۴) کی روایت کے مطابق، جب حر بن یزید کا لشکر امام حسینؑ کے قریب پہنچا تو وہ دوپہر کا وقت تھا اور گرمی شدید تھی۔ اس وقت لشکر کی آمد کا ذکر ہے کہ خیلیں ان کے سامنے ظاہر ہوئیں۔ پھر دینوری (۲۰۵) نے ذکر کیا کہ امام حسینؑ اور حر بن یزید کا سامنا ظہر سے پہلے ہوا تھا۔ یہ تضاد کیسے پیدا ہوا کہ دوپہر کے وقت خیلیں نظر آئیں، حالانکہ ان کا سامنا ظہر سے پہلے ہوا تھا؟

دینوری (۲۰۶) نے امام حسینؑ کے ساتھ شریک لشکر کی تعداد بتاتے ہوئے کہا کہ ان کے ساتھ ۳۲ سوار اور ۴۰ پیدل افراد تھے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کے ساتھیوں میں سے صرف دو بچ سکے، ایک مرقع بن ثمامہ اسدی اور دوسرا ایک غلام (۲۰۷)۔ لیکن وہ جلد ہی اس کا رد کرتے ہیں جب وہ کہتے ہیں کہ ۷۲ افراد کے سر نیزوں پر تھے، جن میں سے ۲۲ ہوازن کے تھے، ۱۳ کندہ کے، ۱۵ ثقیف کے، اور ۷ تمیم کے۔

کتاب تاریخ الیعقوبي للیعقوبي

قاصدوں کی تاریخ الیعقوبی نے تاریخی واقعات کو مختصر بیان کرنے کے ساتھ ساتھ تاریخوں، دنوں اور ہر واقعے کے دوران پوزیشن کا خاص خیال رکھا ہے۔ ان کی کتاب میں واقعہ کربلا سے متعلق اہم باتوں میں سے ایک وہ خط ہے جو یزید بن معاویہ نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو بھیجا۔ اس خط میں یزید نے حکم دیا تھا کہ امام حسینؑ اور عبداللہ بن زبیر کو اس کے سامنے حاضر کیا جائے اور ان سے بیعت لی جائے، اور اگر وہ انکار کریں تو ان کی گردنیں اڑا دی جائیں اور ان کے سر یزید کے پاس بھیجے جائیں۔

اسی قسم کی سختی ہمیں ابن اعثم الکوفي (۲۱۰) کی "فتوح" میں بھی ملتی ہے، جہاں وہ لکھتے ہیں: "جو کوئی بھی بیعت سے انکار کرے، اس کی گردن اڑا دو اور اس کا سر میرے پاس بھیجو۔" البتہ، یہ سختی ہمیں دینوری (۲۱۱) کے علاوہ دیگر مؤرخین کے بیانات میں نہیں ملتی۔ دینوری کا بھی یہی کہنا تھا کہ ولید کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو بیعت کے لیے سختی سے مجبور کرے، اور اس میں کوئی نرمی نہ برتی جائے۔

تاریخ الطبری (۲۱۲) میں بھی یزید کے خط کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے: "حسینؑ اور عبداللہ بن زبیر کو سختی سے بیعت کے لیے مجبور کرو، اور کوئی رعایت نہ دو یہاں تک کہ وہ بیعت کریں۔" یہ بیان واضح طور پر دونوں مؤرخین کے بیانات میں فرق ظاہر کرتا ہے۔ ایک طرف، سختی اور گردنوں کا کاٹنا مذکور ہے، جبکہ دوسری طرف اس معاملے میں نسبتاً نرمی دکھائی دیتی ہے۔

الیعقوبی (۲۱٤) نے امام حسینؑ کے واقعے کے اختتام کا ذکر کرتے ہوئے ایک منفرد روایت بیان کی: "جب امام حسینؑ میدانِ جنگ میں تنہا رہ گئے، تو انہیں ایک تیر لگا جو ایک نوزائیدہ بچے کے حلق میں پیوست ہوگیا، جسے انہوں نے اسی لمحے میں اپنی

آغوش میں لیا اور اذان دی تھی۔" اس روایت میں امام حسینؑ کے بچے کے ساتھ ہونے والے المناک واقعے کا ذکر کیا گیا ہے، جو کہ انفرادیت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

اور شاید اس روایت میں ہمیں منطقی وضاحت ملتی ہے کہ امام حسینؑ کے ہاتھوں میں شیرخوار بچے کی موجودگی کا کیا مطلب تھا، جب وہ میدان جنگ میں موجود تھے اور ان پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ اس واقعے نے مؤرخین کے لیے ایک موقع فراہم کیا کہ وہ امام حسینؑ کو اس طرح سے بیان کریں گویا وہ بچے کو پانی کی درخواست کے لیے اٹھائے ہوئے تھے۔ ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ وہ اس طرح کی وضاحت یا جواز کی طرف کیسے جا سکتے ہیں، جبکہ وہ لوگ جو رسولﷺ کی اولاد کو قتل کر چکے تھے، امام حسینؑ کے گرد موجود تھے اور ان پر تیر برسا رہے تھے، بغیر کسی حرمت کے۔ امام حسینؑ ان سے کس پانی کی امید رکھتے تھے؟ اور اسی روایت کے ساتھ ہم اس بات کو ختم کرتے ہیں جو الیعقوبی نے اپنے تاریخ میں منفرد طور پر بیان کی ہے۔

كتاب تاريخ الامم والملوك للطبري

ابن جریر الطبری نے دیگر مؤرخین سے سبقت حاصل کی، کیونکہ انہوں نے تاریخی واقعات کے بارے میں زیادہ تر روایات کو اکٹھا کیا، اور ان کو مستند ذرائع کے ساتھ منسلک کیا۔ لہٰذا، ان کی بیان کردہ روایات کو جامع اور مکمل کہا جا سکتا ہے، کیونکہ انہوں نے واقعے سے متعلق ہر چیز کو بیان کیا۔ چونکہ اسناد مختلف تھیں، اس لیے ہم نے اپنی توجہ ان روایات پر مرکوز کی جو مختلف اسناد کے تحت متضاد تھیں۔ اس کے علاوہ، ابن جریر الطبری نے دیگر مؤرخین سے منفرد روایات بھی پیش کیں، جن میں سے ہم مسلم بن عقیل کے ساتھ جانے والے دونوں رہنماوں کی قسمت کے بارے میں ان کے قول سے شروع کرتے ہیں، جن کو انہوں نے کوفہ لے جاتے ہوئے بیان کیا: "انہیں پیاس نے آ گھیرا اور ایک رہنما مر گیا۔"

اگرچہ مؤرخین نے دونوں رہنماؤں کے معاملے میں اتفاق کیا ہے، لیکن اس میں معمولی اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ بعض روایات کے مطابق، دونوں رہنما راستہ بھول گئے اور پیاس سے مر گئے، جبکہ دیگر روایات میں کہا گیا کہ وہ تقریباً پیاس سے مرنے والے تھے۔ تاہم، جو کچھ نقل کیا گیا ہے، اسے قطعی حقیقت تسلیم کرنا ضروری نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایک رہنما جو اپنی زندگی بھر ان راستوں پر چلتا آیا ہو، وہ کیسے راستہ بھول سکتا ہے؟ اور کیسے ممکن ہے کہ وہ پیاس سے مر جائے جبکہ وہ شخص جو ایک مسافر ہے، بچ جائے؟ مزید برآں، کچھ روایات میں یہ ذکر بھی ملتا ہے کہ مسلم اور اس کے ساتھ موجود لوگ، جیسے خدام وغیرہ، بچ گئے تھے۔ اس طرح کی روایات پر سوالات اٹھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی صحت پر شک ہوتا ہے، چاہے وہ متواتر روایات ہی کیوں نہ ہوں۔

اور ان عجیب روایات میں سے ایک جو عبید اللہ بن زیاد تک پہنچی یہ خبر تھی کہ "مسلم بن عقیل اس سے ایک رات پہلے کوفہ پہنچا،" اور یہ بھی بتایا گیا کہ وہ کوفہ کے نواح میں ہے۔ چنانچہ عبید اللہ نے ایک غلام کو بنی تمیم کے پاس بھیجا اور اسے پیسے دیے اور کہا: "یہ معاملہ اپنے ذمے لے لو، اور ہانی اور مسلم پر جاسوسی کرو اور ان کے بارے میں مجھے اطلاع دو۔" یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسلم بن عقیل ایک رات پہلے کوفہ پہنچ چکا تھا، تو پھر اس کے پہنچنے کا کیا مقصد تھا؟ اور مسلم کی خبر کو دمشق تک پہنچنے کے لیے کافی وقت درکار تھا، جبکہ یہ بھی بتایا گیا کہ عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کی گورنری کا خط یزید بن معاویہ کی طرف سے ملا تھا، اور وہ فوری طور پر بصرہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہوا۔

تاریخ طبری میں یہ بھی روایت ملتی ہے کہ "جب یزید کا خط عبید اللہ بن زیاد کے پاس پہنچا، تو اس نے بصرہ کے لوگوں میں سے پانچ سو افراد کا انتخاب کیا اور انہیں کوفہ کی طرف لے گیا۔" یہاں عبید اللہ اور مسلم کے کوفہ پہنچنے کے وقت میں تضاد پایا جاتا ہے، اور مزید یہ کہ عبید اللہ بن زیاد کو معلوم تھا کہ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر میں موجود ہے، پھر اس نے جاسوسی کے لیے ایک غلام کو بنی تمیم کے پاس کیوں بھیجا؟

مزید برآں، ایک اور روایت میں بتایا گیا کہ عبید اللہ شریك کی عیادت کے لیے ہانی کے گھر آیا، اور شریك نے مسلم بن عقیل کو کہا کہ اگر تم مجھے یہ کہتے ہوئے سنو کہ "مجھے پانی دو"، تو فوراً باہر نکل کر عبید اللہ کو قتل کردو۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عبید اللہ کو مسلم کی موجودگی کا علم تھا، تو وہ کیسے اطمینان سے شریك کی عیادت کے لیے آیا؟ یہ روایات متضاد اور پیچیدہ معلوم ہوتی ہیں، اور مسلم بن عقیل کے معاملے میں کوفہ کے واقعات سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

طبری کی ایک اور روایت میں ذکر ملتا ہے کہ "حسین بن علی کو مسلم بن عقیل کا خط موصول ہوا، اور جب وہ قادسیہ کے قریب پہنچے تو انہیں حر بن یزید التمیمی ملا، جس نے انہیں مشورہ دیا کہ واپس چلے جائیں، کیونکہ ان کے پیچھے کوئی خیر نہیں ہے۔" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حر بن یزید التمیمی عبید اللہ کے لشکر کا حصہ نہیں تھا، اور عبید اللہ کے لشکر کے ابتدائی دستوں سے حسین کا سامنا حر کے بعد ہوا۔

تاریخ طبری میں کچھ روایات ملتی ہیں جو روایتی سیاق و سباق سے کافی مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک روایت جو طبری نے کو لکھا ہوا خط ہے جس میں کہا گیا تھا: "ہمارے ساتھ ایک لاکھ افراد ہیں، مسلم بن عقیل کو □ بیان کی وہ اہل کوفہ کا امام حسین کے خلاف جمع کیا تھا، اور □ ہماری طرف بھیجو۔" لیکن متواتر روایت کے مطابق ابن زیاد نے کوفہ کے تمام لوگوں کو امام حسین ان کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ نہیں تھی۔ کوفہ کی آبادی کے بارے میں کوئی مستند اعداد و شمار دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے، یہ کہنا مشکل ہے کہ کون سی روایت زیادہ صحیح ہے۔

کے شام کی طرف سفر کے بارے میں ہے۔ روایت کے مطابق، امام □ ایک اور روایت جو طبری نے ذکر کی ہے وہ امام حسین نے اللہ اور اسلام کا واسطہ دیتے □ یزید کی طرف جا رہے تھے، لیکن کربلا میں فوجوں سے ملاقات ہوئی۔ وہاں امام حسین □ حسین

ہوئے کہا کہ انہیں امیر المؤمنین کے پاس لے جایا جائے تاکہ وہ اپنی بیعت ان کے ہاتھ میں دیں۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یزید تک پہنچنا چاہتے تھے، تو انہوں نے مدینہ میں ہی بیعت کیوں نہ کی اور سفر کی مشقت کیوں برداشت کی؟ یہ امام حسین کے خروج کی اصل وجہ کو ختم کرتی ہے، اس لیے اسے قابل اعتماد نہیں سمجھا جا سکتا۔ روایت امام حسین

كتاب مروج الذهب ومعادن الجوهر للمسعودي

مسعودی نے واقعات کربلا کے بارے میں مختصر تصویر پیش کرنے کی کوشش کی، تاہم انہوں نے بعض روایات میں اختلافات کا ذکر کیا۔ انہوں نے واقعہ مسلم بن عقیل کے بارے میں لکھا کہ "جب ان کے آنے کی خبر پھیل گئی تو کوفہ کے بارہ ہزار لوگوں نے ان کی بیعت کی، اور کہا گیا کہ آٹھ ہزار لوگوں نے بیعت کی،" تاہم مسعودی نے پہلے عدد کو زیادہ معتبر سمجھا اور دوسرے کو کمزور قرار دیا۔

لیکن مسلم بن عقیل کی کوفہ میں موجودگی کے بارے میں مزید ذکر کرتے ہوئے، مسعودی خود اپنے بیان میں تضاد پیدا کرتے ہیں۔ انہوں نے لکھا: "جب لوگوں نے بغاوت کی آواز سنی تو کوفہ کے اٹھارہ ہزار لوگ ایک وقت میں جمع ہو گئے اور عبید اللہ بن زیاد کے خلاف چل پڑے۔" یہ روایت اس سے مختلف ہے جو انہوں نے پہلے بیان کی، کیونکہ یہاں تعداد میں اضافہ بتایا گیا ہے، اور بغاوت کے شرکاء کی تعداد کم ہونے کا بھی امکان ظاہر کیا گیا ہے۔

کے ساتھ کربلا میں موجود لوگوں کی تعداد کا ذکر ہے: "جب امام حسین کربلا مسعودی کی ایک اور روایت میں امام حسین پہنچے، تو ان کے ساتھ تقریباً پانچ سو سوار اور سو پیدل افراد تھے۔" لیکن پھر ایک اور روایت میں کہا گیا: "عاشورہ کے دن کربلا

میں امام حسین کے ساتھ شہید ہونے والوں کی تعداد 72 تھی۔" یہ دونوں روایات ایک دوسرے سے متصادم ہیں اور مسعودی ہمیں یہ نہیں بتاتے کہ باقی لوگ کہاں گئے، یا وہ بچ گئے؟ اس لیے یہ روایتیں کمزور اور غیر مستند سمجھی جاتی ہیں۔

نوٹس

هانئ بن عروة بن الفضفاض المرادي المذحجي ،صحابي ومن أعيان الشيعة وأشراف الكوفة، ١١ (

عام ٦٠ #/ في قتله سببً ا مسلم بن عقيل عند نزوله فيها ورفض تسليمه إلى عبيد الله بن زياد، فكان ذلك

ص ٦٨ ؛ ، ج ٨ ؛ الزركلي، الأعلام، ص ٤٤٥ ، ج ٦ م وصلبه في السوق. راجع:ابن حجر،الاصابة، ٦٤٩

صادق م) الفوائد الرجالية، تحقيق: محمد (ت: ١٢١٢ #/ ١٤٩٤ بحر العلوم، محمد المهدي الطباطبائي

بحر العلوم وحسين بحر العلوم، ط ١، مكتبة الصادق، طهران، بلا.ت، ج ٤، ص ١٨ - ١

ہانی بن عروہ بن الفضفاض المرادی المذحجی ایک صحابی اور کوفہ کے نمایاں شیعہ افراد میں سے تھے۔ وہ کوفہ کے اشرافیہ میں شمار ہوتے تھے اور 60 ہجری میں ان کا قتل اس وقت ہوا جب انہوں نے مسلم بن عقیل کو پناہ دی اور انہیں عبید اللہ بن زیاد کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی انکار کی وجہ سے انہیں قتل کر دیا گیا اور ان کی لاش کو بازار میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ کیجیے: ابن حجر کی کتاب "الاصابہ" (جلد 6، صفحہ 67)، الزرکلی کی "الاعلام" (جلد 6، صفحہ 445)، اور بحر العلوم کی کتاب "الفوائد الرجالیہ" (جلد 4، صفحہ 18-19)۔

ابن عباس هوعبد الله بن عباس بن عبد المطلب بن هاشم القرشي، يكنى أبا العباس، وكان من ٥٤ (
المال العلم والسير والخبر شارك مع الإمام علي في حروبه واستعمله على البصرة، فجاء انه أخذ ما في بيت
الحسن وخرج الى الحجاز وهناك من يكذب هذه الرواية، إلا إن الثابت انه لم يشارك مع جيش الإمام
 ولا مع سعد، م. راجع: ابن عام ٦٨ #/ ٦٨٤ في خروجه على حكم يزيد ،توفي في الطائف الحسين
□عبد ؛ ابن ج ٢،ص ١٦٩ - ١٤٦ ؛ البلاذري، انساب الاشراف، ص ٣٦٥ - ٣٤٣ ، ج ٢ الطبقات الكبر ،
الحديد ؛ ابن أبي ص ١٩٢ - ١٩٥ ، ج ٣ سد الغابة،ُا ؛ ابن الأثير، ص ٩٣٣ - ٩٣٩ ، ،ج ٣ البر، الاستيعاب

ابن عباس کا پورا نام عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی تھا، اور ان کی کنیت ابو العباس تھی۔ وہ علم، سیرت اور تاریخ کے ماہرین میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے امام علیؑ کے ساتھ ان کی جنگوں میں شرکت کی اور امام علیؑ نے انہیں بصرہ کا حاکم مقرر کیا۔ بعض روایات کے مطابق، وہ بصرہ کے بیت المال سے مال لے کر حجاز چلے گئے، تاہم اس روایت کو بعض لوگ جھٹلاتے ہیں۔ یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے امام حسینؑ یا امام حسنؑ کے لشکر میں شامل ہو کر جنگ نہیں کی۔ ابن عباس کا 68 ہجری میں یزید کی حکومت کے خلاف بغاوت کے دوران طائف میں انتقال ہوا۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ کیجیے: ابن سعد کی

"الطبقات الکبری" (جلد 2، صفحہ 169-176)، البلاذری کی "انساب الاشراف" (جلد 2، صفحہ 365-373)، اور ابن اثیر کی "اسد الغابہ" (جلد 3، صفحہ 933-939)۔

عمارة بن ملخب الأزدی کوفی نوجوان تھا جو مسلم بن عقیل کی نصرت کے لیے نکلا تھا۔ اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا، پھر مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد ابن زیاد نے اسے طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ عمارة نے جواب دیا کہ وہ قبیلہ ازد سے ہے۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے اپنے قبیلے والوں کے پاس لے جا کر قتل کر دیا جائے، چنانچہ اس کی گردن مار دی گئی۔ مزید معلومات کے لیے ملاحظہ کریں: طبری کی "تاریخ طبری" (جلد 5، صفحہ 249-256)، حسین بن احمد النجبی البراقی کی "تاریخ الکوفہ" (تحقیق: ماجد احمد العطیہ، صفحہ 187)، اور سماوی کی "ابصار العین" (صفحات 335-611)۔

عبد اللہ بن یقطر الحمیری امام حسینؑ کے رضاعی بھائی تھے، ان کی والدہ امام حسینؑ کی رضاعت کرنے والی تھیں۔ اگرچہ وہ بچپن میں امام حسینؑ کے ساتھ نہیں تھے، لیکن انہیں اس تعلق کی وجہ سے امام حسینؑ کا رضاعی بھائی کہا جاتا تھا۔ انہیں امام حسینؑ کا پیغامبر بنا کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس کوفہ بھیجا گیا، جہاں عبیداللہ بن زیاد نے ان کو قتل کروا دیا۔ روایت میں ہے کہ انہیں قصر سے نیچے پھینکا گیا جس سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں، اور پھر عمرو ازدی نے آ کر ان کا سر قلم کیا۔ ایک اور روایت کے مطابق انہیں عبد اللہ بن عمر نخعی نے قتل کیا۔

مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ کریں:

رجال الطوسی" (تحقیق: جواد القیومی الأصفہانی، صفحہ 1067)"

تقریب المعارف" (تحقیق: فارس تبریزیان الحسون، صفحہ 103)"

خلاصة الأقوال في معرفة الرجال" (تحقیق: ابو الصلاح تقي بن نجم الحلبي، صفحہ 399)"

یہ بات تقریباً متفق علیہ ہے کہ جب مسلم بن عقیل کوفہ میں پہنچے تو انہوں نے امام حسینؑ کے لیے بیعت حاصل کی، اور اس وقت مختلف روایات میں بتایا گیا ہے کہ عبیداللہ کے قصر کا محاصرہ کرنے والوں کی تعداد چار ہزار اور اٹھارہ ہزار کے درمیان تھی۔

مزید حوالہ جات کے لیے:

الفتوح" (جلد 5، صفحہ 49)"

مقتل الحسین" (ابو مخنف، صفحہ 188)"

کتاب سلیم بن قیس الهلالي" (صفحہ 41)"

الإرشاد" (شیخ مفید، جلد 3، صفحہ 66)"

مروج الذهب" (المسعودي، جلد 5، صفحہ 248)"

تاریخ الطبري" (جلد 2، صفحہ 412)"

الکامل" (ابن الاثیر، جلد 3، صفحہ 437)"

روضة الواعظين" (فتال النيسابوري، جلد 3، صفحہ 141)"

ان کتب کے مطابق، امام حسینؑ کے ساتھیوں کی تعداد اور ان کی بیعت کرنے والے افراد کی تعداد مختلف روایتوں میں ذکر کی گئی ہے۔

،

) سليمان بن صرد بن الجون الخزاعي، يكنى أبا مطرف،كان ذا قدر وشرف في قومه، سكن الكوفة ١٣٤

وشهد مع الإمام ￼ صفين، وكان ممن كتب علي ￼ يقاتل يسأله القدوم إلى الكوفة، فلما قدمها لم للحسين

معه، وبعد مقتل ￼ الحسين ،وخرج بهم إلى الشام تحت اسم التوابين يطلبون بثأر الإمام جيشً ا ، قاد الحسين

ص ٢٩٢ ؛ ، ج ٤ م. راجع: ابن سعد، الطبقات الكبر ،￼ عام ٦٥ #/ ٦٨٤ فقتل ومن معه في عين الوردة

حجر، ؛ ابن ص ٤٥٤ ، ج ١١ ؛ المزي، تهذيب الكمال، ص ٦٤٩ - ٦٥٠ ، ،ج ٢ ابن عبد البر، الاستيعاب

الإصابة، ج ٣، ص ١٤٤ - ١٤٥ ؛ القمي، الكنى والألقاب، ج ٣، ص ١٤٥١٣

سلیمان بن صرد بن الجون الخزاعی، کنیت ابو مطرف، اپنے قبیلے میں ایک معزز اور قابلِ احترام شخصیت تھے۔ انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی اور صفین کی جنگ میں امام علیؑ کے ساتھ شرکت کی۔ سلیمان ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی، لیکن جب امام حسینؑ وہاں پہنچے تو سلیمان ان کے ساتھ لڑنے کے لیے حاضر نہ ہو سکے۔

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد، سلیمان نے توبہ کرنے والوں (التوابین) کی قیادت کی اور امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ایک لشکر تشکیل دیا۔ وہ اور ان کے ساتھی 65 ہجری/684 عیسوی میں شام کی جانب روانہ ہوئے اور جنگِ عین الوردة میں شہید ہو گئے۔

حوالہ جات:

ابن سعد، "الطبقات الکبری"، جلد 4، صفحہ 292

ابن عبد البر، "الاستيعاب"، جلد 2، صفحہ 454

المزي، "تہذيب الكمال"، جلد 11، صفحہ 649-650

ابن حجر، "الإصابة"، جلد 3، صفحہ 144-145

القمي، "الكنى والألقاب"، جلد 3، صفحہ 175

كان سليمان بن صرد من أبرز المعترضين.للمزيد راجع: ابن قتيبة، الإمامة والسياسة، ١٣٦ (

الحديد، ؛ ابن أبي الفتن،ص ٦١ ؛ نعيم بن حاد، ص ٤٥ ، ج ٣ ؛ البلاذري، أنساب الأشراف، ص ١٥٤

. شرح نهج البلاغة، ج ١٦ ، ص ١٥ ؛ القمي، الكنى والألقاب، ج ١، ص ١٧

سلیمان بن صرد ان افراد میں شامل تھے جو نمایاں طور پر اعتراض کرنے والوں میں سے تھے۔ انہوں نے مختلف مواقع پر اپنے اختلافات کا اظہار کیا۔ اس حوالے سے مزید تفصیلات کے لیے درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ کریں:

ابن قتیبہ، "الإمامة والسیاسة"، صفحہ 136

ابن أبي الحدید، "شرح نهج البلاغة"، جلد 16، صفحہ 15

البلاذري، "أنساب الأشراف"، صفحہ 154

القمي، "الکنى والألقاب"، جلد 1، صفحہ 17